مولانا محمد شہاب الدین ندوی
فرقانیہ اکیڈمی۔ چک بانا ور بنگلور نا رتھ (انڈیا)

انسانیت دوراہے پر

انسانیت
کی تعمیر میں
علم جدید
اور
تہذیب جدید
کی
ناکامی

انسانیت کیا ہے؟: انسان محض ایک حیوانی وجود یا ڈاروِن کے نظریہ کے مطابق ایک "بڑھیا جانور" ہی نہیں بلکہ وہ صفت نطق و گویائی سے بھی متصف ہے۔ وہ محض گوشت پوست، خون اور ہڈیوں ہی سے مرکب نہیں بلکہ کچھ جذبات و احساسات بھی رکھتا ہے۔ وہ ہاتھ پیر، رنگ و روپ اور بطن و فرج ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ عقل و شعور اور فہم و ادراک کی قوتوں سے بھی مالامال ہے۔ وہ محض ایک جانور ہی نہیں بلکہ ایک ایسے حیرت انگیز ذہن و دماغ کا بھی مالک ہے جس کے سہارے وہ کسی بھی چیز کے متعلق مختلف خیالات و نظریات قائم کرنا، خیر و شر میں تمیز کرنا اور منطق و استدلال سے کام لیتا ہے۔

مختصر یہ کہ انسان کا ظاہری و جسمانی نظام ایک حقیقت ہے تو اس کا باطنی و اندرونی نظام بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے۔ جس کا انکار کر کے ان مظاہر کی کوئی بھی تشفی بخش تشریح و توجیہہ نہیں کی جا سکتی۔ ایک کو ہم جسم سے تعبیر کرتے ہیں تو دوسرے کو "روح" سے موسوم کر سکتے ہیں۔ کھانا پینا، سونا، شادی بیاہ کرنا اور جسمانی راحت و آسائش وغیرہ جسم کے مظاہر ہیں تو سوچنا، سمجھنا، محسوس کرنا، نطق و گویائی، عقل و شعور، ذہن و دماغ، قوتِ حافظہ اور دلیل و استدلال وغیرہ سے کام لینا روح کے خواص۔ اول سے جسم کا نشو و نما ہوتا ہے تو دوسرے سے روح کی آبیاری ہوتی ہے۔

روح کے خواص و اثرات ہی انسان کے عمل و کردار کو جنم دیتے اور اس کے لئے

راہ عمل متعین کرتے ہیں۔ روح کا یہ عمل جب اپنی صحیح سمت اور صحیح رُخ میں رواں رہتا ہے تو اس سے حسن اخلاق اور تہذیب و شائستگی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ مگر جب اس کا رُخ اور بہاؤ غلط سمت کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو پھر بداخلاقی اور حیوانیت کا عروج ہونے لگتا ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں سے حیوانیت اور انسانیت کی راہیں الگ الگ ہو جاتی ہیں۔ اس دوراہے پر پہنچ کر "ڈاروینیت" اور "آدمیت" کی منزلیں جدا جدا نظر آنے لگتی ہیں۔ اور یہی وہ مرکزی مقام ہے جہاں پر انسان بقیہ تمام انواع حیات سے نمایاں و ممتاز نظر آنے لگتا ہے۔ اور لاکھوں انواع حیات میں یہ مرتبہ و مقام سوائے انسان کے کسی اور کو نہیں مل سکا۔

ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر ورزقنٰهم من الطیبٰت وفضلنٰهم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلاً۔ اور ہم نے آدم کی اولاد کو یقیناً عزت بخشی اور انہیں بر و بحر میں سواریاں عطا کیں۔ (خورد و نوش کی) عمدہ چیزوں سے انہیں نوازا اور بہت سی مخلوقات پر انہیں کلی فضیلت بخشی (بنی اسرائیل : ۷۰)

تہذیب جدید کے عناصر | یہ ایک المیہ ہے کہ دورِ جدید میں جسم کی نشو و نما اور اسکی آرائش و زیبائش پر تو بہت زیادہ زور دیا گیا۔ چنانچہ سائنس کی تقریباً تمام ترقیاں جسم انسانی کو زیادہ سے زیادہ آرام و راحت پہنچانے ہی کے لئے ہو رہی ہیں۔ مگر روح اور اسکی غذا کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا، حالانکہ سب سے زیادہ زور اسی پر دینا چاہیئے تھا۔

تہذیب جدید کے علمبرداروں نے مذہب سے بغاوت کر کے روح اور اس کے مظاہر کو سمجھنے میں دانستہ یا نادانستہ طور پر سخت ٹھوکر کھائی۔ اور مادہ اور اس کے مظاہر ہی کو سب کچھ قرار دے کر انسان کو اخلاقی قیود سے آزاد کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انسانی معاشرہ میں ایک خوفناک قسم کی بے یقینی پھیل گئی، انسانیت دکھی ہو گئی، افسردگی، مایوسی اور بے چینی کے جراثیم سرایت کر گئے۔ جنہوں نے خودغرضیوں اور تن آسانیوں کو جنم دیا۔ جب کوئی مقصد حیات ہی نہ رہا اور زندگی کے مصائب و آرام میں سہارا دینے والی ہستی کا مرکزی تصور ہی سرے سے مفقود ہو گیا تو پھر غم غلط کرنے اور ہموم و افکار سے پیچھا چھڑانے کے لئے عیاشیوں اور خرمستیوں کے نئے نئے طریقے سوچے گئے اور عشرت کدوں کو نئے سرے سے اس طرح آراستہ کیا گیا کہ حیوانیت کے سابقہ تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ بقول اقبالؒ سے

حیات تازہ اپنے ساتھ لائی لذتیں کیا کیا   رقابت، خود فروشی، ناشکیبائی، ہوسناکی

علم جدید کی ناکامی | ایک طرف تو یہ حال ہے اور دوسری طرف طبیعی و اجتماعی علوم کی بڑی ترقی اور فراوانی ہوئی اور ہر شعبہ علم میں "معلومات" کا ایک انبار لگ گیا۔ اب حال یہ ہے کہ اگر ایک شخص کسی ایک ہی علم کے حصول میں اپنی پوری عمر کھپا دے تب بھی وہ اس کے مالہ وما علیہ کا کلی احاطہ مشکل ہی سے کر سکتا ہے۔ مگر اس بے مثال علمی ترقی اور عقلی ارتقاء کے باوجود انسان نہ تو مادہ اور اس کے مظاہر ہی کے متعلق مکمل علم حاصل کر سکا ہے اور نہ روح اور اس کے مظاہر ہی کو کماحقہ سمجھ سکا ہے۔ یعنی مادہ اور روح کے متعلق کسی ایسے قطعی علم یا حتمی صداقت تک نہیں پہنچ سکا جس کو "عقیدہ" یا آخری بات کا درجہ دیا جا سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی علم مسلسل اور لگاتار ارتقائی منزلوں سے گزر رہا ہے۔ اور اس کا یہ "علمی سفر" کہیں رکتا ہوا یا اپنی آخری سرحد (؟) تک پہنچتا ہوا دکھائی نہیں دیتا، جس کے باعث یہ فیصلہ کر دیا جائے کہ اب مزید تلاش و جستجو کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ جس کا جی چاہے وہ طبیعی علوم (PHYSICAL SCIENCES) اور ان کے ارتقاء کی تاریخ کا مطالعہ کرے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان نے تمام علوم پڑھ لئے اور قدرت کے بہت سے مخفی رازوں کو بے نقاب کر دیا۔ لیکن خود اپنی ہستی کو سمجھ نہیں سکا اور عرفان نفس کا پتہ لگا نہ سکا بلکہ اس کا وجود اب تک اس کی نظروں میں ایک راز بنا ہوا ہے جو کسی طرح کھلتا نظر نہیں آتا۔ بلکہ علم کی جیسے جیسے ترقی ہو رہی ہے اسی نسبت سے اسکا وجود مزید پر اسرار بنتا چلا جا رہا ہے۔

منزل کا فقدان | آج انسانی تمدن بے انتہاء ترقی کر گیا ہے، یہ ایک حقیقت ہے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کا ظاہری و مادی علم انتہائی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ چنانچہ وہ مادی قوتوں کو زیر کر کے اجرام سماوی پر ڈورے ڈال رہا ہے۔ اور کہکشاؤں میں تاک جھانک کر رہا ہے۔ مگر اس کے برعکس اس کی روحانی ترقیاں معکوس ہو گئی ہیں۔ اور روح کی غذا مفقود ہو گئی ہے۔ نتیجہ یہ کہ جسم و روح کے درمیان فاصلہ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور انسانیت کی منزل نظروں سے اوجھل ہوتی جا رہی ہے۔

آج کا انسان ایک دوراہے پر کھڑا ہے اور اس کو اپنی منزل کی کچھ خبر ہی نہیں رہ گئی ہے۔ کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔؟ عقلاء و دانشور حیران و سرگرداں ہیں کہ اسکی اصل منزل کیا ہے اور کیا ہونی چاہئے۔؟ ہر طرف بے یقینی، ظن و تخمین، تشکیک و ارتیاب اور تخیلات و مفروضات کی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ بے چینی، عدم طمانیت، ذہنی پراگندگی اور انتشار و اضطراب کی ایک

عجیب و غریب کیفیت ہے، جو پورے عالم انسانی پر طاری ہوتی چلی جا رہی ہے۔ تہذیب جدید کے یہ لادینی اور عالمگیر سوغات ہیں، جنہوں نے ذہنوں کو مفلوج و ماؤف کر دیا ہے اور پورا ماحول مسموم و زہر آلود ہو چکا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ ؂

یہ عیش فراواں یہ حکومت یہ تجارت دل سینۂ بے نور میں محروم تسلّی
تاریک ہے افرنگ مشینوں کے دھوئیں سے یہ وادیٔ ایمن نہیں شایانِ تجلّی

خطرناک صورت حال | موجودہ "مہذب" انسان کے سینے میں یقین و عرفان کی چنگاریاں بجھ چکی ہیں۔ اس کا ظاہر اگرچہ نہایت آراستہ، بھڑکدار، روشن تر اور نگاہوں کو خیرہ کرنے والا دکھائی دیتا ہے، مگر اس کا باطن نہایت درجہ سیاہ، تاریک تر، اور گھناؤنا ہو چکا ہے۔ درحقیقت وہ اپنی تمام ترقیوں کے باوجود جہالت و بے یقینی کی تہہ بہ تہہ تاریکیوں سے باہر نہیں نکل سکا ہے۔

اس کے ظاہر و باطن کا یہ تضاد اس لئے پیدا ہوا کہ اس نے روح اور اس کے تقاضوں کو سمجھنے میں فاش غلطی کی۔ خدائی ہدایت و رہنمائی سے بے نیاز ہو کر اپنی راہ آپ متعین کرنے کے دعوائے پندار میں سررشتۂ حیات گم کر بیٹھا۔ انانیت کے چکر میں ایسا پھنسا کہ منزل کے جو دھندلے سے نقوش باقی رہ گئے تھے وہ بھی مٹ گئے۔ انسانی و اخلاقی اقدار سے بغاوت کی لہریں ایسی اٹھیں کہ جنون میں راہ کے نشانات اور سنگہائے میل تک کو اکھاڑ پھینک دیا۔ اب اس کے سامنے بالکل اندھیرا چھایا ہوا ہے اور ہر چیز مشکوک و بے یقینی نظر آ رہی ہے۔ ہر طرف غمگینی اور یاس انگیزی کی اندوہناک بدلیاں چھائی ہوئی ہیں۔ ایک بے کیف سی سونی سونی زندگی ہے۔ جو محض مشینوں کے سہارے رواں دواں ہے۔ ایک مصنوعی اور بناوٹی زندگی ہے جو اندرونی جذبۂ سوز سے خالی ہو چکی ہے۔ اور بجائے قلبی سکون و اطمینان کے، جو خدا پرستی کا لازمہ ہے۔ قلبی اضطراب و اضطرار اور بے چینی و بے قراری ایک عالمگیر شکل اختیار کرتی جا رہی ہے، جو بے خدائیت کا لازمی نتیجہ اور لادینی تہذیب کا سب سے بڑا کرشمہ دستخط ہے۔ یہ قلبی اضطراب و انتشار اندر ہی اندر ایک آتش فشاں لاوے کی طرح پک رہا ہے جو تمام باقیات انسانی کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جانا چاہتا ہے۔ موجودہ تمام معاشی، تمدنی اور سیاسی فتنے اور جھگڑے فسادات اس اندرونی اضطراب و انتشار کے مظاہر اور اس کی علامتیں ہیں جو خطرہ کے نشان کو پار کر چکی ہیں اور بیرومیٹر ایک خطرناک طوفان کی خبر دے رہا ہے۔ مختصر یہ کہ آج انسان انسان ہونے کے باوجود انسانیت کے لئے ترس رہا ہے۔ اور وہ دھرتی پر آپ بوجھ دکھائی دیتا ہے۔

بقول علامہ اقبال ؎

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

اصل علاج | اب سوال یہ ہے کہ ظاہر و باطن کے اسی تضاد کا علاج کیا ہے۔؟ موجودہ روحانی بیماریوں کو کسطرح دور کیا جا سکتا ہے۔؟ کیا موجودہ بگڑی ہوئی انسانیت کی اصلاح ناممکن ہے۔ کیا موجودہ معاشرتی، تمدنی، سیاسی اور بین الاقوامی خرابیوں کو دور نہیں کیا جا سکتا ہے۔؟ کیا انسان تڑپ تڑپ کر اور بلک بلک کر ختم ہو جائے گا۔ یہ ساری خرابیاں دور ہوں تو آخر کیسے اور کیونکر؟

یہ ہیں وہ سوالات جو آج دانشوروں اور انسانیت کے بہی خواہوں کو پریشان کئے ہوئے ہیں۔ تو اس سلسلے میں یہ بنیادی حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ تاریخ انسانی کا مشاہدہ اور فیصلہ یہ ہے کہ انسانی سیرت و کردار کو درست کرنے اور ہر قسم کی اخلاقی خرابیوں کے سدباب کے لئے مذہب سے بڑھ کر موثر اور طاقتور محرک کوئی دوسرا نہیں ہو سکا ہے۔ انسانی ذہن و دماغ کو قابو اور کنٹرول میں رکھنے والی قوت مذہب ہی کی رہی ہے۔ یعنی خوف خدا اور خوف آخرت کے تصورات ہی انسانوں کو برائیوں سے روک سکتے ہیں۔ یہی وہ آزمودہ نسخہ ہے۔ جس کو اپنا کر موجودہ بے مہار معاشرہ کو قابو میں کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے علاج سے قطعاً کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ حکومتی سطح پر محض چند قوانین پاس کر دینے سے کوئی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ سرکاری قوانین محض ظاہری اعتبار سے ہی نافذ ہو سکتے ہیں۔ دل و دماغ پر حکمرانی نہیں کر سکتے۔ بلکہ آجکل تو حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ حکومت کے قوانین کی علانیہ خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔ اور دستوری ضوابط کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں ـــ اور حکومت کی پوری مشینری قطعاً ناکارہ بلکہ خاموش تماشائی نظر آ رہی ہے۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ایک سوال | اب سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ کیا دنیا میں کسی ایسے مذہب کا وجود بھی ہے جو موجودہ دکھی اور بیمار انسانیت کو بچا سکتا ہو۔؟ اور اس کے دکھوں کا مداوا کر سکتا ہو۔؟ کیا کوئی ایسا مذہب ہو بھی سکتا ہے جو موجودہ بے یقینی کی جگہ یقین کی فضا بحال کر سکے ـــ؟ جو ذہنی و فکری کشمکش کی جگہ سکون و طمانیت عطا کر سکے۔؟ جو بے روح اور مردہ دلوں میں

سوز و گداز پیدا کر سکے ۔ ؟ جو باہمی نفرت و عداوت کی دیواروں کو منہدم کر کے محبت و مروت کے آشیانے تعمیر کر سکے ۔ ؟ جو جبر و استبداد اور ظلم و زیادتی کو ختم کر کے جملہ حقوق انسانی کو بلا تفریق مذہب و ملت بحال کر سکے ۔ ؟ مختصر یہ کہ کیا اس وقت ایسا کوئی انسانیت نواز، وسیع القلب اور غیر متعصب دین و مذہب موجود ہے جو موجودہ تمام اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، سیاسی، اور بین الاقوامی خرابیوں کا انسداد کر کے ایک صالح، پاکیزہ اور تمام مثالی معاشرہ کی تشکیل کر سکتا ہو ؟

روشنی کا مینار | تو جواب یہ ہے کہ روئے زمین پر اس وقت صرف ایک ہی ایسا مذہب پایا جاتا ہے جو ان تمام صفات و خصوصیات کا حامل ہے ۔ اور وہ ہے اسلام جس کو دین فطرت اور دین رحمت بھی کہا جاتا ہے ۔ آپ قرآن اور حدیث کی تمام تعلیمات کا جائزہ لے لیجئے ۔ آپ پائیں گے کہ خدا اور بندے کے درمیان تعلقات کی استواری کے بعد سب سے زیادہ زور انسان کو تہذیب و شائستگی سکھانے اور باہمی روابط درست یا حقوق العباد کے تحفظ ہی پر دیا گیا ہے ۔ حقوق العباد ایک جامع اصطلاح ہے ، جس میں معاشرتی، تمدنی، سیاسی اور بین الاقوامی تمام اجتماعی روابط و تعلقات آجاتے ہیں ۔

اسلام نے انسانی مساوات، رحمدلی، ایثار اور تمام قوموں سے عدل گستری پر خصوصی توجہ مبذول کی ہے ۔ اور اسلام کو دنیا سے روشناس کرانے والے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی خود ان تمام صفات و تعلیمات سے مزین و آراستہ رہی جن کا اسلام علمبردار ہے ۔ اسلام نے جو کچھ نظری تعلیم پیش کی پیغمبر اسلام اس کا عملی نمونہ رہے ہیں ۔ چنانچہ آپ ایک کامیاب پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ شریف، مہذب، راست باز، امین صادق، خوش اخلاق، سب سے بڑے مصلح، ہادی، رہبر، ایک کامیاب مرشد، استاد، قاضی، مقنن، ایک بہترین باپ شوہر، پڑوسی، شہری، ایک بے مثال لیڈر، سیاست دان، فوجی جرنیل اور ایک مثالی عابد، زاہد، حق گو، خدا ترس، غرض ہر حیثیت سے مکمل، بے عیب اور فقید المثال انسان رہے ہیں ۔ یہ کوئی شاعری نہیں بلکہ آپ کی حیات طیبہ کے یہ سارے نقوش اور آپ کی پاکیزہ سیرت کے تمام انوار تاریخ کے ریکارڈ میں پوری طرح محفوظ و موجود ہیں ۔ پوری انسانی تاریخ گواہ ہے اور تمام ناقدین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نظری اعتبار سے اسلام سے بہتر مذہب اور عملی اعتبار سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کامل، بے داغ، اور مثالی انسان کوئی اور نہیں گذرا ہے ۔

جو تمام طبقات انسانی کے لئے، بلا تفریق مذہب و ملت، ایک مثالی نمونہ اور آئیڈیل کردار ہو۔
لہذا موجودہ بگڑے ہوئے انسانی معاشرہ کی اگر اصلاح ہو سکتی ہے تو صرف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ ضابطۂ حیات اور نمونۂ زندگی کو اپنا کر ہی ہو سکتی ہے۔ نیز موجودہ زخموں سے نڈھال اور کراہتی ہوئی انسانیت کی مرہم پٹی اگر ممکن ہے تو صرف پیغمبر اسلام کی سیرت طیبہ ہی کی بدولت اسلام کا بنیادی اور اہم ترین مقصد تمام انسانوں میں تہذیب اخلاق، تزکیہ نفس اور ایمان و احتساب کے اعلیٰ صفات پیدا کرنا ہے۔ اور اس کی تمام تعلیمات ہر دور کے تقاضے کے مطابق افراط و تفریط سے پاک اور متوازن ہیں جن سے انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔
آج دنیا کو کوئی بھی ازم اور کوئی بھی فلسفہ بچا نہیں سکتا۔ کیونکہ تمام انسانی نظامات اور فلسفے وقتی و عارضی اور بے عمل و بے کردار ہوتے ہیں۔ محض چکنی چپڑی باتوں، سطحی و خوشنما نعروں اور بلند بانگ دکھو کھلے دعوؤں سے دنیا کی کایا پلٹ نہیں سکتی۔ اور کوئی پائیدار و دائمی نتائج برآمد نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ سارے گمراہ کن ازم اور فلسفے یا تو اپنے خودغرضانہ مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے گھڑے جاتے ہیں یا پھر بے عملی، کام و ذہن کی آسودگی اور نفع عاجل کو فروغ دینے کی خاطر۔ آپ کسی بھی ازم یا فلسفے کا تحلیل و تجزیہ کیجئے ہر ایک کی تہہ میں آپ کو یہی بنیادی عناصر ملیں گے۔

خدائی علم اور انسانی علم کی خصوصیات یہ کوئی خوش عقیدگی نہیں بلکہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انبیائے کرام کی تعلیمات میں ظن و تخمین، شک و شبہ، شاعرانہ تخیلات اور فلسفیانہ قسم کے مفروضات اور دور از کار تاویلات کا کوئی گزر نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی تعلیمات کا ایک ایک حرف اور ایک ایک جز و جزم و یقین و اعتماد و قطعیت سے پُر ہوتا ہے جس سے علم انسانی سرے سے ناآشنا ہے۔ اس کا ثبوت اسلام کے وہ محکم اور ابدی عقائد و تعلیمات ہیں جن کو علم انسانی عقل سلیم اور منطق سلیم کی رو سے، اب تک چیلنج نہیں کر سکا ہے۔ اور جن سے بہتر تعلیمات کا نظارہ چشم فلک اب تک نہیں کر سکا ہے۔ حالانکہ اس کے مقابلے میں انسانی نظریات و مفروضات کے زمین و آسمان ہی بدل گئے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں انسانی ساختہ کوئی نہ کوئی فلسفہ ٹوٹتا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا نظریہ و مفروضہ لیتا ہوا نظر نہ آتا ہو۔
پھر یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ دنیا کے تمام طبیعی اور شوشل علوم بھی مل کر اور کل فلسفے اور نظامات بھی اکٹھا ہو کر نوع انسانی کے لئے ایک قطعی، غیر متغیر اور سب کے لئے یکساں طور پر

قابل عمل ضابطہ حیات وضع کرنے میں پوری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ اپنے اپنے فن کے ماہرین کی پوری پوری ٹیمیں مل کر بھی چند ایسے ضوابط تک بنانے سے عاجز آ چکے ہیں جو ایک دو صدیاں نہیں بلکہ محض چند سالوں تک ہی بغیر کسی ترمیم و اضافے کے چل سکیں۔ اس کا نظارہ مختلف ممالک کے دستوروں اور اسمبلیوں کے بدلتے ہوئے قوانین سے کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ انسان کے سامنے انسانی اجتماعیات کی پوری تاریخ موجود ہے، عمرانیات کے ایک ایک پہلو پہ نظر ہے اور تمام علوم جدیدہ میں بے انتہا ترقی کر لی ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، انسان کی اس ناکامی کا راز یہ ہے کہ انسان نہ تو مادہ ہی کا مکمل علم حاصل کر سکا ہے اور نہ روح اور اس کے مظاہر ہی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ سکا ہے۔ لہذا وہ مادہ اور روح سے مرکب ایک انسان کے لئے کوئی ایسا مکمل اور لافانی ضابطہ کیسے وضع کر سکتا ہے۔ جب کہ وہ اس کی اصلیت ہی سے ناواقف ہو! حقیقت یہ ہے کہ انسان کی موجودہ معلومات علم سے زیادہ جہل سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہیں۔ اور وہ ذہنی و فکری اعتبار سے انتہائی پسماندہ نظر آتا ہے۔

ایک زندہ معجزہ اسلام نے چودہ سو سال قبل جو اصول دنیائے انسانیت کے روبرو پیش کئے تھے اور معاشرہ کی اصلاح و تربیت کے لئے جو جامع ضوابط وضع کئے تھے انسان کے تمام علوم اور اس کے سارے تجربات مل کر بھی اُن پہ اب تک کوئی اضافہ نہیں کر سکے ہیں۔ اور نہ وہ کبھی فرسودہ یا ناقابل عمل ہی قرار پا سکے ہیں۔ اور نہ ہی ان میں کبھی حک و فک اور ترمیم و اضافہ کی ضرورت ہی محسوس ہو سکی ہے۔ یہاں پر ان تجدد نوازوں سے کوئی بحث نہیں ہے جو محض ذہنی و فکری افلاس، مغرب زدگی اور مرعوبیت کے باعث اسلام کے محکم اور ابدی اصولوں میں بھی تبدیلی کے خواہشمند ہیں۔

اور دوسری حیثیت سے اسلام نے اپنے پیش کردہ عقائد و تعلیمات کے ثبوت میں کائنات کے جن حقائق کو پیش کیا تھا ان کی صداقت آج علوم جدیدہ خصوصاً علوم سائنس کی ترقی کی بدولت روشن سے روشن ہوتی چلی جا رہی ہے۔ یہ حتمی و یقینی علم جو ظن و تخمین اور ہر قسم کی شاعرانہ خیال آرائیوں سے یکسر پاک ہے۔ اسلام کا ایک شاندار اور تحیر خیز معجزہ ہے جس کی مثال پیش کرنے سے پورا علم انسانی اور اس کا کل لٹریچر عاجز و بے بس ہے۔

یہ قطعی و یقینی علم ایک ایسی ہستی کی موجودگی کی نشاندہی کرتا ہے۔ جو اس کائنات میں ازل سے

موجود ہے اور جس کے علم میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی ۔ لہٰذا وہی وہ واحد ہستی ہو سکتی ہے جو تمام انسانوں کے لئے ایک محکم، ابدی، ناقابل تغیر اور ہر زمانے کی ضروریات پر حاوی ایک مکمل اور بے عیب ضابطہ تجویز کرے۔

انسانیت کا تقاضہ انسانوں کے لئے یہ محکم اور ابدی قانون چند منتخب بندوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے ۔ جو اولین طور پر خود اس قانون پر چلنے والے اور اس کے امین و رازدان ہوتے ہیں۔ اس بنا پر ان کی سیرتیں امتیوں کے لئے نمونہ اور آئیڈیل قرار دی جاتی ہیں۔

اس ابدی و سرمدی علم کا تقاضہ ہے کہ انسان اپنی عجز و نارسائیوں کا اعتراف کرتے ہوئے بارگاہ احدیت میں اپنی جبین نیاز جھکا دے اور اپنی عبدیت کا عملی ثبوت پیش کرے۔ اب رہی یہ بات کہ اظہار عبدیت کے کیا طریقے ہوں ۔؟ اور مراسم عبودیت کیا ہیں ۔؟ تو یہی بات انبیائے کرام کی معرفت بتائی اور سکھائی جاتی ہے ۔ مراسم عبودیت یا اپنی زندگی کے طور طریقوں کو سیکھنے ہی کا نام "شریعت" ہے، جس سے مذہب بحث کرتا ہے ۔ اس جذبۂ عبودیت کے اظہار کی اعلیٰ اور نمایاں ترین مثالیں چونکہ انبیائے کرام کی سیرتوں ہی میں ملتی ہیں اس لئے انبیائے کرام کی پاکیزہ اور بے عیب سیرتیں رہتی دنیا تک نوع انسانی کے لئے روشنی کا مینارہ قرار دی گئی ہیں۔ ان میں سے اعلیٰ اور مکمل ترین سیرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جس سے آج انسانیت کی تکمیل ہو سکتی ہے ۔

معیار انسانیت انسان ایک لحاظ سے حیوان ہے اور دوسرے لحاظ سے فرشتہ یعنی اس میں کچھ تو حیوانی صفات پائی جاتی ہیں جو اس کے جسمانی مظاہر سے تعلق رکھتی ہیں اور کچھ روحانی امور بھی، جنہیں بروئے کار لاکر وہ فرشتوں کی صف میں داخل ہو جاتا ہے ۔ ان دونوں میں توازن اور مساوات ہی کا نام انسانیت ہے ۔ جب تک کسی شخص میں یہ دونوں صفات برابر برابر موجود رہتی ہیں، اس کی آدمیت بھی متوازن و برقرار رہتی ہے ۔ مگر جب یہ توازن بگڑ جاتا ہے اور افراط و تفریط رونما ہونے لگتی ہے تو پہلی صورت میں حیوانیت و فحاشی کا ظہور ہوتا ہے ۔ عریاں تہذیب کے کرشمے رونما ہوتے ہیں۔ اور انانیت و خود غرضی کے شگوفے کھلتے ہیں ۔ اور دوسری صورت میں رہبانیت یا تمدنی ہنگامہ آرائیوں سے کنارہ کشی جنم لیتی ہے۔

لہٰذا ایک انسان کو کامل انسان بننے کیلئے حیوانی مظاہر اور ملکوتی خصائل یا اخلاق حسنہ میں کامل توازن برقرار رکھنا ضروری ہے ۔ یہی اسلام کی تعلیم اور دین فطرت کا خلاصہ و جوہر ہے۔

اس کی تعلیم تمام انبیائے کرام دیتے رہے ہیں۔ اور اس میں سارے عالم انسانی کی فلاح و کامران مضمر ہے۔ — یہ جسم و روح یا دین و دنیا کا حسین امتزاج اور وہ جامع و متوازن نقطۂ نظر ہے۔ جس کی مثال دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔

ان لربك عليك حقا، ولنفسك عليك حقاً، ولاهلك عليك حقاً، فاعط كل ذی حق حقه : یقیناً تمہارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے اہل و عیال کا بھی تم پر حق ہے۔ پس تم ہر ایک حقدار کو اس کا حق ادا کرو (بخاری)

مطبوعات بیگم ہمایوں ٹرسٹ رجسٹرڈ — لاہور

مشہور تاریخی واقعات دوسرا ایڈیشن | از سید نصیر احمد جامعی۔ مقدمہ از سید نظیر زیدی۔ اسلامی تاریخ کے ایسے واقعات جو اپنے آثار و نتائج کے اعتبار سے سرمایۂ عبرت بن گئے ہیں۔ حوالہ جات مستند اور انداز بیان دلکش ہے۔ کتاب کے آخر میں خطبۂ حجۃ الوداع مع متن شامل کیا گیا ہے۔ قیمت ۔/۷ روپے۔

سیدنا عثمانؓ بن عفانؓ اللہ اور رسولؐ کی نظر میں | از شیخ محمد نصیر ہمایوں بی۔ اے۔ مقدمہ از مولانا محمد حنیف ندوی مستند احادیث اور آیات قرآنی کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے۔ اور خلیفۂ سوم کی سیرت و سوانح کو نہایت جامعیت کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔ یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اور اس میں سر سلطان محمد آغا خان مرحوم کے اس مقدمے کا ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے، جو انہوں نے محمد اسد حارث کی تصنیف "دی گریٹ امید" کے لئے لکھا گیا تھا۔ قیمت ۔/۵

فضائل صحابہؓ و اہل بیتؓ | مصنفہ حضرت شاہ عبد العزیزؒ خلف الرشید امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب نے وہ اسباب و علل بیان فرمائے ہیں۔ جن کے باعث امت مسلمہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ مقدمہ محمد ایوب قادری ایم۔ اے نے لکھا۔ قیمت ۔/۵ روپے۔

جواہر العلوم | مصنفہ علامہ طنطاوی مصری۔ ترجمہ: مولانا عبد الرحیم کلاچوی۔ یہ کتاب آیات قرآنی متعلقہ مناظر قدرت کی دلکش تفسیر ہے، ایسے اچھوتے انداز میں لکھی گئی ہے۔ کہ پڑھتے ہوئے دیدہ و دل کو سرور ملتا ہے۔ قیمت ۔/۶ روپے۔

ناظم بیگم ہمایوں ٹرسٹ رجسٹرڈ۔ ۶۵ ریلوے روڈ۔ لاہور

مدرسہ انوار القرآن | انجمن خدام الدین نوشہرہ ضلع پشاور کے زیر اہتمام پیر پیائی ریلوے اسٹیشن کے قریب اکابر علماء حق و مشائخ کے ہاتھوں انجمن کے تعلیمی شعبہ دار العلوم انوار القرآن کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے۔ اس جگہ ایک مسجد اور دو منزلہ درسگاہ کی عمارت کا پروگرام ہے۔ انشاء اللہ اہل خیر کی توجہات کی ضرورت ہے — مولانا احمد عبد الرحمان ناظم انجمن خدام الدین نوشہرہ صدر —